[illegible] بدترین صورت حال کا ایک اور الم ناک پہلو یہ [illegible]
زمانے میں علوم و فنون میں تحقیق و تجسس کا ایک زیادہ خوب چرچا تھا [illegible]
امام کے فقہی اسکول کو بدنام کرنے کے لئے ذہنی گھٹیا پن کی باتیں [illegible]
جو بعض متعصبین نے کسی وجہ سے ظاہر کی تھیں سب بے بنیاد اور من گھڑت [illegible]
جاتیں اور تاریخی واقعات بے دردی سے مسخ کئے جاتے تھے یہاں تک کہ [illegible]
کو تقویت پہنچانے کے لئے قرآنی آیات کی بھی تحریف و تاویل کی جاتی تھی۔ آیت واذا قیل
لھم اتبعوا ما انزل اللہ الخ (البقرہ - ۱۷۰) پر تقلید فقہی کے مخالفین کے
تفسیری نوٹ اس سلسلے میں پڑھنے کے لائق ہیں[2]۔ وہ علماء، جو معتدل فکر و قلم کے مالک
سمجھے جاتے ہیں، بھی اس قسم کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے تھے۔ وہ بھی کسی نہ کسی [illegible]
نے فقہی سے نفرت دلانیوالے نکتے ابھارتے تھے یہ "نکتہ آفرینی" دیکھ کر "تقلید" کی بدنامی کی شدت ہی کا اندازہ
نہیں ہوتا ہے بلکہ تعصب اور تنگ نظری کا عبرتناک انجام کھل کر سامنے آتا ہے

---

[1] بعض ناقدین کی رائے میں یہ امام ابو حنیفہؒ کا فضل و کمال تھا جو بعض علماء کیلئے ابتلاء کا باعث بنا یہاں تک کہ بعض
اہل علم اس شعر کے بارے میں کہتے ہیں کہ شاعر نے اسے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا ہے ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا سعیہٗ والناس اعداءٌ لہٗ وخصوم

[2] مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"بعض کج رائے فرقوں نے آیت سے تقلید فقہی کا عدم جواز ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ دلالۃً و اقتضاءً النص اس کا مقتضی ہے کہ آیت سے تقلید کے عدم جواز پر نہیں عین جواز پر استدلال کیا جائے آیت میں جس امر کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ نفس تقلید نہیں بلکہ گمراہ و نادان اسلاف کی تقلید ہے اور یہ قید خود اس امر کی دلیل ہے کہ محققین اہل علم کی تقلید جائز ہی نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔" تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۲۹۱ -

حکومتِ برطانیہ کے پہلے قاضی القضات

مولانا نجم الدین علی خاں علوی ثاقب کاکوروی

مسعود انور علوی کاکوروی۔ ریسرچ اسکالر۔ شعبۂ عربی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب غروب ہوچکا ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوچکی ہے ان کی ذہنی حالت یہ ہورہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جوش و خروش سے گھبرا اٹھے ہیں انھیں ایسے فاضل علمائے حق شناس کی تلاش ہے جو "مسلم پرسنل لاء" کو رائج کرکے مسلمانوں کے فقہی مسائل کو ان کے اطمینانِ قلب کے مطابق نافذ کرسکیں اس عہد کا ہندوستان اپنے علم و فضل میں مشہور ہے خصوصاً صوبۂ اودھ کا تو ہر ہر قصبہ کف گل فروش ہورہا ہے۔ چنانچہ جویندہ یابندہ بود ان کو اسی صوبہ کے مشہور و مردم خیز قصبہ کاکوری کے افقِ درخشاں پر ایک نیر تاباں نظر آگیا اعدائی کی مردم شناس نظروں نے تاڑ لیا کہ بس یہی وہ شخصیت ہے کہ جو تدوین فقہ کو زمانے کے حالات پر ڈھال کر مسلمانوں کے مذہبی امور کے شافی و اطمینان بخش فیصلے قرآن و حدیث اور ائمہ اربعہ کے فتاوی کی روشنی میں انجام دے سکے۔ چنانچہ انھوں نے اس نیر تاباں کو "قاضی القضات" جیسے موقر او رہم منصب پر متمکن کیا اُسے تمام اختیارات دیے کہ وہ مختلف مقامات پر اپنی مرضی کے مطابق اور با صلاحیت قاضی مقرر کرے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے

[illegible]

[illegible] انجام دیا کرتے تھے نزول اور کبھی بہادر کے [illegible]
اس کے فضل و کمال کے گرویدہ ہو گئے اور جو خصوصی اعزاز و مراعات آ [illegible]
وہ اس کے بعد پھر کسی قاضی کو نہ دیے گئے۔

[illegible] زبان کو عام میں نجم الدین علی خاں علوی بہادر اشرف جنگ [illegible]
کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عہد اکبری سے قصبہ کاکوری (ضلع لکھنؤ) میں علویوں کے دو ممتاز خاندان آباد ہیں
ان میں سے ایک خاندان مخدوم زادگان ہے جس کا سلسلۂ نسب حضرت مخدوم نظام الدین [illegible]
المعروف بہ شاہ بھکاری (م ۹۸۱ھ) کے توسط سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا
ہے۔ دوسرا خاندان ملک زادوں (مولوی زادوں) کا ہے جس کے نسب کا سلسلہ ملک بہاء الدین
کیقباد بن ملا ابوبکر جامی سے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں خاندانوں میں
پیدا ہوئے بڑے بڑے مشاہیر، فضلاء، علماء، فقرا اور ارباب دول و ثروت اور صاحبان علم پیدا
ہوئے ہیں۔

نام و نسب : قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں ملک زادگان کے اس گھرانہ سے تعلق
رکھتے تھے جس کے اسلاف جس قدر باعث رشک ہوئے اسی قدر اس کے اخلاف بھی قابل فخر
ہوتے ہیں۔ مولوی مسیح الدین خاں علوی سفیر شاہ اودھ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔

"یہ وہ زمانہ تھا یعنی چالیس برس کا پیشتر کہ صرف میرے اپنے خاندان میں سات
آدمی صدر الصدور تھے اور بارہ منصف تھے، تین صدر امین تھے چند آدمی تحصیل دار تھے
اڑھائی سو روپیہ سے ڈیڑھ سو تک کے نوکر تھے۔ ایک میرے چچا بادشاہ اودھ کی سرکار میں
چار ہزار روپے مہینے کے نوکر تھے۔ ایک میرے چچا پندرہ سو روپے مشاہرے کے سرکار دولت
مدار کی طرف سے نواب خورد سال فرخ آباد و بنگش یعنی نائب مختار تھے۔ ان کے اختیار اور
دارو مدار کی کیفیت اور میں کیا بیان کروں۔ حقیقت میں وہ خود گویا فرخ آباد کے نواب تھے۔

وہیں ڈیڑھ ڈھائی سو آدمی کے اپنے عزیز اور اقربا دو سو روپیہ سے لے کے دس پندرہ روپیہ درماہے تک وہاں ان کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ اور اس چھوٹے سے قصبہ کے بہت چار سے بھائی بند ممتاز عہدوں پر بادشاہ اودھ کی سرکار میں اور سرکار دولتمدار انگریزی میں نوکر تھے۔ راقم خود چھ سو روپیہ درماہے کا نوکر تھا۔ میرے والد مغفور اور میرے بڑے بھائی مرحوم عبدالصمد ور تھے ایک میرے چھوٹے بھائی دو سو ماہینے کے نوکر تھے الخ

سلسلۂ نسب: سلسلۂ نسب تیس واسطوں سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

نجم الدین علی خاں ثاقب (۱) بن حضرت ملا حمید الدین محدث (۲) بن ملا غازی الدین شہید (۳) بن ملا محمد غوث (۴) بن ملک ابوالخیر (۵) بن ملک عبدالغفار معروف بہ ملک ابوالمکارم (۶) بن ملک عبدالسلام (۷) بن ملک میٹھے (۸) بن ملک حافظ جانم (۹) بن ملک حسام الدین (۱۰) بن ملک نظام الدین (۱۱) بن ملک بہاء الدین کیقباد (۱۲) بن ملا ابوبکر جامی[۵] (۱۳) بن خواجہ درویش علی محمد (۱۴) بن خواجہ شیخ احمد جام زندہ فیل (۱۵) بن خواجہ شیخ جامی (۱۶) بن خواجہ ابوطالب جامی (۱۷) بن خواجہ محمد شاہ جامی (۱۸) بن خواجہ محمد رضا جامی

---

۵۱ رپورٹ مرسلہ مولوی محمد مسیح الدین خاں بہادر از مقام کاکوری متعلق اودھ موصولہ ۷ جون ۱۸۷۵ء محفوظ سرسید اکادمی، سرسید ہاؤس مسلم یونیورسٹی علی گڈھ:۶، راقم الحروف اس کے واسطے محترم و مکرم ڈاکٹر صفی احمد صاحب انچارج اکادمی کا ممنون و مشکور ہے۔

۵۲ ملا ابوبکر جامی کی شادی ملک اسعد الدین سالاری وزیر اعظم سلطان حسین شرقی فرمانروائے سلطنت جونپور کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے بہاء الدین کیقباد پیدا ہوئے اس وقت سے ننہیالی نسب کے لحاظ سے ان کا لقب ملک قرار پایا جبھی سے ان کی اولاد ملک زادے کہلائی۔ ۱۲ منہ۔

٭ ٭ ٭

[illegible] (۲۲) بن خواجہ [illegible] (۲۱) بن [illegible]
[illegible] خواجہ صنہ یار (۲۳) بن خواجہ ابوالحسن [illegible]
[illegible] محمد [illegible] کرنی (۲۷) بن خواجہ محمود (۲۸) بن حضرت [illegible]
[illegible] (۲۹) بن حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ولادت اور تعلیم:۔ آپ کی ولادت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ کو [illegible] سال ولادت کسی نے نجم ثاقب نکالا ہے[1]

تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد ملا حمید الدین محدث (۱۲۱۸ھ) [illegible] مولوی غلام یحییٰ بہاری سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین و طباع تھے۔ صاحب سفرنامہ لندن رقمطراز ہیں کہ "پندرہ (۱۵) برس کی عمر میں تمام معقولات و منقولات کی کتابوں سے فارغ التحصیل ہوئے"[2] علم حدیث کی سند شیخ ابوالحسن سندی سے حاصل تھی[3]

صاحب نزہۃ الخواطر تحریر کرتے ہیں:

الشیخ الفاضل الکبیر القاضی نجم الدین	شیخ فاضل بزرگ قاضی نجم الدین بن حمید الدین
بن حمید الدین بن غازی الدین بن	بن غازی الدین بن محمد غوث کاکوروی۔ قاضی
محمد غوث الکاکوروی۔ قاضی القضاۃ	القضات نجم الدین علی خاں ہندوستان کے
نجم الدین علی خان کان من العلماء	مشہور علماء میں سے تھے۔ ۱۵ ربیع الاول
المشہورین فی الھند ولد بکاکوری	۱۲۲۴ھ کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ
لخمس عشرۃ خلون من ربیع الاول	اپنے والد سے علم حاصل کیا پھر شیخ عبد المجید

---

[1] باقیاتُ الصالحات۔ مولوی ممتاز الدین حیدر (مخطوطہ)
[2] سفرنامہ لندن مسیح الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ (مخطوطہ): ۲۴۳
[3] تذکرہ مشاہیر کاکوری، حافظ شاہ علی حیدر قلندر ص: ۲۴۷

سنة تسع وخمسين ومائة وألف واشتغل بالعلم على أبيه مدة ثم أخذ عن الشيخ عبد الرشيد الجونپوري المدفون بلكهنؤ والشيخ غلام يحيى بن نجم الدين البهاري وملا حسن بن غلام مصطفى اللكهنوي ولعله أخذ الفنون الرياضية عن العلامة تفضل حسين الكشميري[1]

جونپوری جن کا مزار لکھنؤ میں ہے اور شیخ غلام یحییٰ بن نجم الدین بہاری اور ملا حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی سے تحصیل علم کیا اور شاید فنون ریاضی کا اکتساب علامہ تفضل حسین کشمیری (م ۱۲۱۵ھ) سے کیا تھا۔

یوں تو تمام علوم وفنون میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے لیکن علم جفر ورمل اور ریاضی میں بڑی دست گاہ تھی۔ سفرنامہ مولوی مسیح الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ[5] میں درج اس واقعہ سے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

"نواب شجاع الدولہ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۷۵ء) کو خود علم جفر کا بڑا شوق تھا۔ انھیں اتفاق سے اس فن میں حکیم ماشاء اللہ خاں سے ایک کتاب مل گئی تھی جسے نواب بہت عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کی تصحیح کے لیے علماء فیض آباد و بیرون جات مقرر ہوئے مگر کسی سے اس کی صحت نہ ہو سکی۔ قاضی القضات صاحب بھی اس کی تصحیح کے واسطے طلب کیے گئے چنانچہ انھوں نے محض

---

[1] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر۔ سید عبدالحی الحسنی ص ۵۵۔۴۹

[5] حاجی مسیح الدین خاں (بن قاضی علیم الدین خاں بن قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں) سفیر شاہ اودھ ومیر منشی گورنر جنرل بہادر (م ۱۲۹۹ھ) کا یہ سفرنامہ اس عہد کے اودھ کی حالات اور انگریزوں کے متعدد دلچسپ حالات میں ایک نادر ونایاب مخطوطہ ہے جو دو سو صفحات پر مشتمل یہ مخطوطہ ... ختم ہے جس میں سے ایک باب میں مؤلف موصوف نے اپنے اہل خاندان کے حالات بھی تحریر کیے ہیں۔

اور دانت پر اس کی تصحیح شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ ایک نسخہ
[illegible] شروع کی خود نواب موصوف روزانہ اس کو آ کر دیکھتے اور بہت خوش
ہوتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا کہ نواب کو آتے دیکھ کر یہ تعظیماً کھڑے ہو جاتے مگر نواب
ان کو بٹھا دیتے اور خود کھڑے ہو کر ان کا کام دیکھتے رہتے تھے۔ نواب نے اپنی
تخت نشینی کے بعد یہ طے کر لیا تھا کہ اب کسی کو معافی نہ دی جائے گی اور
جن جن اشخاص کو معافی دی گئی تھیں، وہ بھی ضبط کر لی گئیں۔ مولانا حمید الدین
محدث کاکوروی کو بھی ایک موضع موسومہ بہ "دگھیا" معاف ہوا تھا وہ بھی
ضبط ہو گیا۔ قاضی القضاۃ صاحب نے اپنے حسن خدمت اور کارگذاری کو
پیش نظر رکھتے ہوئے معافی کی درخواست دی بہ ظاہر اس موضع کی واپسی کی
کوئی صورت نہ تھی لیکن نواب نے ان کی لیاقت ذاتی اور حسن عمل کی بنا پر وہ
موضع دوبارہ معافی میں دے دیا۔ چنانچہ یہ معافی کا پروانہ لے کر گھر آئے
اور حسب دستور سابق درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔"[۱]

آپ کے علم و فضل اور کمال کا شہرہ سن کر الماس علی خاں نے اپنے مدرسہ کا منصب
مدرسی قبول کرنے کو کہا جسے آپ نے قبول کر لیا۔[۲]

"آغاز تیرھویں صدی ہجری میں منجانب ایسٹ انڈیا کمپنی جب عہدۂ قاضی
القضاتی کے تقرری کی تجویز کلکتہ میں ہوئی تو اس زمانہ میں علامہ تفضل حسین
خاں نے (جو آصف الدولہ بہادر (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ) کے وقت میں کلکتہ
میں سفیر تھے) ان کے فضائل و کمالات علمی کا تذکرہ نواب گورنر جنرل بہادر
سے کیا اسی وقت اس عہدہ کا تقرر سرکار انگریزی میں در پیش تھا۔ بہت سے علماء
کے نام پیش تھے۔ خوش قسمتی سے یہی منتخب ہو کر مالک محروسہ کمپنی کے اول

قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔

مولوی مسیح الدین خاں علوی سفیر اودھ لکھتے ہیں:

"... ہندوستان کے گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ کو لکھا کہ ایک کسی فاضل مستعد کو یہاں بھیج دیجیے ہم کو واسطے منصب قاضی القضات کے درکار ہے یہاں سے حضرت جد امجد قاضی نجم الدین علی خاں مغفور کو حکم روانگی کا ہوا۔ آپ نے بہت شرائط کیے وہ سب شرائط منظور ہوئے۔ جملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ بھی کہ جمعہ کے دن ہم تعطیل کریں گے۔ چنانچہ صدر عدالت میں غدر کے پیشتر تک جمعہ کو تعطیل ہوا کرتی تھی۔ اور مصارف راہ کے کہ ان دنوں میں بہت دشوار گذار تھے آپ نے سوا تنخواہ کے طلب کیے تھے دو ہزار روپیہ عطا ہوئے غرض ان دنوں میں گورنر جنرل مع ارباب کونسل دیہی حکام صدر عدالت دیوانی کے بھی تھے اس سبب سے قاضی القضات اور دو مفتی صدر عدالت کے بھی منجملہ ارباب کونسل کے سمجھے جاتے تھے۔ جناب جد امجد کا ساڑھے چھ (۶۵۰) سو روپے درماہہ تھا اور جو عزت و آبرو ملحوظ تھی اس کا لکھنا زاید ہے۔ ابتدا میں جب آپ تشریف لے گئے، گورنر جنرل خود پالکی تک استقبال کرکے لے گئے اور رخصت کے وقت مشایعت بھی کی اور معانقہ کیا۔ تقرر قضات سارے ممالک محروسہ کا آپ کے اختیار میں تھا چنانچہ بہت اپنے عزیزوں کو اور کتنے طالب علموں کو بڑے بڑے شہروں میں قاضی مقرر کیا پانچ سات آدمی طالب علم آپ کے شاگرد بنگالے کے رہنے والے تھے جہاں جہاں کے وہ ساکن تھے وہاں کے قضات مقرر ہوئے"[۵]

---

۴ تذکرہ مشاہیر کاکوری : ۳۲۲

۵ رپورٹ بابت مسائل تعلیم مسلمانان ہند مولوی مسیح الدین خاں : ۹

انگریز [illegible] آپ کی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے [illegible]
واسطے خرچ کیا جاتا ہے علامہ تفضل حسین خان صاحب جو [illegible] گورنر جنرل [illegible]
سے ترقی [illegible] لیکن والد ماجد نے اللہ آباد [illegible] کر [illegible]
مگر جب علامہ موصوف نے بہت اصرار کیا تو اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ آپ [illegible]
زمانہ میں سر جان شور گورنر جنرل تھے وہ استقبال کے لیے آئے پالکی سے [illegible]
معانقہ کیا۔ آپ جب تک وہاں رہے بڑی عزت و احترام کے ساتھ [illegible]
کے مواقع پر خود آتے اور معانقہ کرتے تھے [1]

باوجودیکہ آپ ایسے منصب پر فائز تھے کہ درس و تدریس کا موقع [illegible]
لیکن کلکتہ کے دوران قیام آپ نے یہ مشغلہ برابر جاری رکھا چنانچہ صاحب تذکرہ علمائے
ہند آپ کے حالات میں یوں لکھتے ہیں کہ:

"بمنصب اقضی القضاۃ کلکتہ ممتاز بود مع ہذا تدریس و افادہ طلبۂ علوم
بغایت می کوشید" [2]

"باوجودیکہ کلکتہ کے قاضی القضاۃ کے منصب پر ممتاز تھے لیکن درس و تدریس اور
طالبانِ علم کے افادہ کے لیے کوشاں رہتے"

ہندوستان کے تمام صوبوں اودھ، الٰہ آباد، اکبر آباد، اڑیسہ، بنگال اور بہار وغیرہ
وغیرہ تمام جگہوں پر آپ کے ہی فتاویٰ پر مسلمانوں کے فیصلے ہوتے تھے [illegible]
قاضی القضاتی پر رہے اور نہایت خوبی سے اپنے فرائض منصبی انجام دیے [illegible]
بسبب کبر سنی اس عہدہ سے مستعفی ہوئے [3]

---

[1] سفرنامہ لندن ص: ۳۷۱

[2] تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمان علی

[3] سفرنامہ ص: ۱-۳۷

قاضی القضاۃ اکبر آباد مستقل عہدہ تھا وہ اس عہدے پر فائز تھے ۔	گورنر جنرل نے ان کو قاضی القضاۃ بنایا جس پر وہ پچیس[25] سال رہے ۔

اس بارہ میں مولوی سمیع الدین خاں صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

۔۔۔ جناب سب اعمام اور والد ماجد جب فارغ التحصیل ہوتے گئے ، ایک ایک ضلع میں مفتی عدالت اور صدر امین مقرر ہوئے ۔ پچیس[25] برس تک آپ نے وہاں تشریف رکھی ۔ جب محکمہ صدر عدالت دیوانی کا گورنر جنرل کی کونسل سے علیحدہ ہو گیا تب آپ نے استعفا دیا مگر استعفا منظور نہ ہوا ۔ اور جو دجہ استعفا کے تھے اس کا تدارک ہوا آٹھ[8] برس یا کچھ کم زیادہ آپ نے پھر تشریف رکھی جب اخیر میں مستعفی ہوئے حکام صدر عدالت نے بہایت بکراہ منظور کر کے گورنر جنرل کے پاس اس درخواست سے رپورٹ کی کہ کل مشاہرہ کی پنشن مقرر ہو اور جو تعریف و توصیف لکھی اس کا ذکر یہاں عبث ہے[2] الخ

نواب علی حسن خاں سلیم تذکرہ "صبح گلشن" میں لکھتے ہیں کہ

"ثاقب ۔ اقضی القضاۃ محمد نجم الدین خاں بہادر رئیس قصبہ کاکوری کہ بہ فاصلہ پنج کردہ از بیت الحکومت لکھنؤ واقع است ۔ وایں قصبہ دراں نواح جماعت ارباب فضل و کمال و مردم خوش رفتار و نیکو کردار و سنجیدہ مقال را حاوی و جامع بود ۔ والد ماجدش مولانا حمید الدین در علوم ظاہری و باطنی از اقران و امثال قصب السبق می ربود ۔ وجد بزرگوارش ملا محمد غوث فضائل جامع و کمالات دستگاہ در علم حدیث استاد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بود و خود نجم ثاقب سما دین و دولت است بر اکثر فواضل خلقی و خلقی و

---

[1] نزہۃ الخواطر ص ۷ : ۴۹۶ ۔

[2] رپورٹ ص : ۹

موصوف اول در هندوستان و سلیقه عالی [illegible] اعتراف داشت [illegible]

بدرخشان بمرتبه [illegible] احدے از ارباب علم قدم بر مسند قاضی القضاتی در

کلکته نگذاشت بالآخر از عہدۂ قضا دست کشیدہ بہ وظیفہ [illegible]

[illegible] ماہوار قناعت ورزیدہ از شہر کلکتہ بعزم وطن رخت سفر [illegible]

[illegible] بہ بلدۂ بنارس رسید از عالم قدس ندا [illegible] ارجعی الی ربک [illegible]

ناچار بتقاضائے اجل موعود صوب وطن توجہ نمود سنہ تسع وعشرین وماتین و

الف سال این واقعہ بود [1]

صاحب قاضی القضاۃ محمد نجم الدین خاں بہادر لکھنؤ سے دکھن ضلع میں قصبہ کاکوری کے رئیس تھے قرب وجوار کے تمام قصبات سے زیادہ یہاں صاحبان فضل وکمال و مردم خوش رفتار اور نیک کردار اچھے لوگ تھے۔ آپ کے والد ملا حمید الدین علوم ظاہری و باطنی میں اپنے معاصروں میں ممتاز تھے دادا ملا محمد غوث صاحب فضل وکمال اور علم حدیث میں شہنشاہ عالمگیر کے استاد تھے۔ اور آپ دنیاوی و دینی اعتبار سے نجم ثاقب تھے اخلاق و دار علوم عقلیہ و نقلیہ، موزوں طبعی و سخن سنجی میں ممتاز تھے۔ کلکتہ میں کوئی بھی اہل علم آپ کے مرتبہ قاضی القضاتی پر نہ پہنچا۔ آخر عمر میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہو کر ۳۰۰ روپیہ ماہوار پنشن قبول کی (قناعت کی) کلکتہ سے وطن روانہ ہوئے راستہ میں بنارس کے قریب گویا عالم قدس سے یہ آواز سنی کہ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلا چل ناچار اجل موعود کے تقاضے کی وجہ سے وطن اصلی کی طرف رُخ پھیرا یہ واقعہ سنہ ۱۲۲۹ھ کا ہے دیانت اور حسن انتظام کی بنا پر آپ کی وفات کے بعد اعزاز خطاب اور کل تنخواہ بہ طور پنشن ملی اور پھر آپ کی اہلیہ کو وہ پنشن ملتی رہی [2]

---

[1] تذکرہ صبح گلشن، نواب علی حسن خاں سلیم ص: ۹۶۔

[2] بیاض ڈپٹی امیر حسن صدیقی کاکوروی (مخطوطہ) ص: ۳۸۴

گورنر جنرل بہادر کے اس تعزیتی خط سے آپ کی وہ قدر و منزلت جو اُن کے دلوں میں تھی ظاہر ہوتی ہے۔

"آپ کے شوہر قاضی القضاۃ بہادر کی وفات کا صدمہ سرکار دولت مدار کمپنی کو آپ سے کم نہیں ہوا کہ جس نے ایسے اپنے متوسل لائق شخص اور فاضل بے بدل کو گم کیا چونکہ کارخانۂ قضا و قدر میں بجز صبر اور تسلیم کے کوئی چارہ نہیں یقین ہے کہ آپ ازراہ صبر شکیبائی اختیار کریں گی اگرچہ آپ کے چاروں بیٹے[عہ] اعلیٰ عہدوں پر نوکر ہیں آپ کو اپنی بسر بُرد اوقات میں احتمال تکلیف کا نہیں مگر سرکار نے براہ قدردانی و تمام آدمی آپ کے شوہر کے وظیفہ[۱۵۰] روپیہ ماہوار آپ کی پنشن تاحین حیات مقرر کی ہے[لہ]

بیعت: آپ کو سلسلۂ قادریہ قلندریہ میں حضرت کلید عرفاں سید نا شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی (م ۱۱۹۶ھ) سے تھی گویا آپ اور بانی خانقاہ کاظمیہ کاکوری حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر علوی (م ۱۲۲۱ھ) ایک ہی شیخ سے وابستہ تھے۔ جب حضرت عارف باللہؒ کی ولایت کی شہرت ہوئی تو قاضی القضات نے بیعت کے لیے اصرار شروع کیا مگر عارف باللہ نے باوجود ان کی خواہش و اصرار کے مرید نہ کیا بلکہ اپنے شیخ حضرت شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی کا مرید کرایا۔

وفات: کلکتہ سے مستعفی ہو کر وطن آنے کا قصد کیا چنانچہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بیمار پڑے اور بنارس پہنچ کر ۱۲ ماہ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کو ۷۲ سال ۱۱ ماہ ۱۹ یوم کی عمر میں وفات پائی۔ چونکہ وصیت تھی کہ میری نعش منتقل نہ ہو لہٰذا وہیں باغ فاطمان

لہ سفرنامہ لندن ص: ۳۷۲

عہ چاروں بیٹے یعنی ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خاں بہادر، مفتی حکیم الدین خاں، قاضی علیم الدین خاں، مفتی خلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ۔ سہ یہ پنشن پابندی سے آپ کی اہلیہ کو ۱۲۴۹ھ ان کی زندگی تک ملتی رہی۔ ۱۲۰ منہ

میں دفن ہوئے۔[51]

غالباً تذکرہ علمائے ہند اور نزہۃ الخواطر کے مؤلفین کا مرجع مجمع العلماء مولفہ محمد علی (مفقود) ہے کیوں کہ صاحب نزہۃ الخواطر نے تحریر کیا ہے۔

مات یوم الثلاثاء الثالث عشر و خلون من ربیع الثانی سنۃ تسع و عشرین و مائتین و الف[52]

۱۳ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کو وفات پائی۔

صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں۔

بروز سہ شنبہ سیزدہم ربیع الثانی یک ہزار و دو صد و بست و نہ ہجری رحلت نمود[53]

ڈپٹی امیر حسن صدیقی اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خاں بہادر مغفور نہایت زبردست فاضل اور بڑے ادیب اور بلیغ اور صاحب تالیفات گزرے ہیں۔ ترجمہ فارسی ہدایہ کا جو بحکم گورنمنٹ کیا گیا تھا۔ آپ کی مشہور یادگار تالیف ہے جب کلکتہ میں صدر عدالت قائم ہوئی آپ اودھ کے علماء میں بذریعہ نواب آصف الدولہ اودھ منتخب ہو کر حسب الطلب گورنر جنرل کلکتہ بھیجے گئے ہ عہدۂ قاضی القضاۃ بنگال اور ممالک مغربی و شمالی پر مامور ہوئے اور پچیس برس تک اپنی خدمت کو نہایت اعزاز اور نیک نامی کے ساتھ انجام دیا۔ آخر عمر میں پنشن حاصل فرما کے روانہ ہوئے اور بنارس میں پہنچ کر ۳ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ کو انتقال فرمایا۔ اور مقام فاطمین میں دفن ہوئے۔

---

۵۱ سفرنامہ ص: ۳۷۰، تذکرہ مشاہیر کاکوری ص: ۳۲۷۔ ۵۲ نزہۃ الخواطر ص ۷: ۴۹۸

۵۳ تذکرہ علمائے ہند ص: ۲۳۵۔

۵۴ بیاض۔ ص: ۳۸۳

آپ کی وفات پر مختلف لوگوں نے قطعہائے تاریخ کہے تھے جن میں سے منشی فیض بخش علوی کاکوروی مؤلف "تاریخ فرح بخش" اور مولوی فتح علی جونپوری کے درج ہیں۔

چو گم شد نجم ثاقب از نظرہا — بجنت بے تامل گشت موجود[1]
بجستم سال فوت او زہاتف — شدہ روشن از وفردوس فرمود
۱۲۲۹ھ

مولوی فتح علی جونپوری کے کہے ہوئے دو قطعات درج ہیں:

خان علامۂ محمد نجم دیں قاضی قضات — ہم محاسب ہم مہندس ہم فقیہ و ہم حکیم
چوں سفر کرد از جہاں تاریخش از روئے حساب — انتخاب الفاظ بر آورد ایں طبع سلیم
ہر یکے خواہی بگیر از الفاظ اعدادش بزن — در نود لیس دوازدہ افزائے بر وے اے فہیم
ارتحال کن ثلثاں و باقی کن دو چند وزن بدہ — یک چیز از مضاعف کن کہ گردد مستقیم
زینہار او لفظ بر خواں کہ تاریخش بود — ایں چنیں تاریخ الہام است از رب کریم[2]

بو حکمت شمس ملت نجم دیں قاضی قضات — چونکہ در باغ جناں با حور عیں ہم دوش گشت[3]
سر فرو بردم پے تاریخ در گوشم رسید — علم و فضل و درس و زہد و دیں ہمہ روپوش گشت

اولاد: آپ کے چار صاحبزادے تھے جو سب کے سب آپ کے آئینہ کمال اور "الولد سر لابیہ" کی صحیح و بین تصویر تھے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مؤلف نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے درست نہیں ہے[4]۔

ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خان بہادر: ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء میں کاکوری میں پیدا ہوئے منشی فیض بخش کاکوروی نے "روز نیکو سعید پیدا گشت" سے مادۂ تاریخ نکالا۔ تعلیم و تربیت

---

۱ تذکرہ مشاہیر کاکوری ص: ۸ — ۲۲۷۔

۲ مفتاح التواریخ ص: ۳۷۷۔

۳ تذکرہ مشاہیر کاکوری ص: ۲۱۸، تذکرہ علمائے ہند ص: ۲۳۵۔

۴ تذکرہ علمائے ہند ص۔ ۲۳۵۔

... جد امجد مولانا قاضی القضات اور ملا علاء الدین کھکنی مولوی فضل ... کی ابتدائی تعلیم میں شاہ بدر علی صاحب خلیفہ شاہ محمد عاقل ... کے ... ہوئے تعلیم کے ختم کے بعد قاضی مقرر ہوئے اور تمام اضلاع کا دورہ کرتے تھے ... کے فوجداری مقدمات کے حکم کا نفاذ نہیں ہوتا تھا۔ اپنے علم و فضل، حاذق ... کی بنا پر حکام اعلیٰ کی نظروں میں بڑی وقعت تھی۔ ۱۵ر شعبان ۱۲۳۱ھ ... معین الدین اکبر شاہ ثانی نے ممتاز العلماء و خان بہادر کا خطاب دیا پھر اپنے ... کی بنا پر انگریزی حکومت کی جانب سے خورد سال نواب فرخ آباد کے چھ سو روپیہ ماہوار پر نائب مقرر ہوئے۔

شعر و سخن کا ذوق بڑا اعلیٰ تھا فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ... ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء کو کاکوری میں وفات ہوئی اور اپنے مکان محلہ قاضی گڈھی کی پشت پر دفن ہوئے۔ مولوی محی الدین خان ذوق (م ۱۳۰۳ھ) بن مفتی حکیم الدین خان بن قاضی القضاۃ نے تاریخ کہی[1]

افسوس صد افسوس کہ از باد حوادث	شد آتش گل سرو بہار چمن افسرد
یعنی زغم نور شبستان کمالات	چوں شمع سحرگاہ دل انجمن ...
زین ... درد ے کہ کشیدم نتوان گفت	کا ہیدز غم جان و دل پیر و جوان افسرد
ہر قطرۂ مژگاں ترم آب گہر ریخت	چوں گرمی اشک آتش لعل ... افسرد
از فرط غم و درد رقم سال وفاتش	شد دانے کہ ہنگامۂ بزم سخن افسرد

(باقی آئندہ)

---

[1] تذکرہ مشاہیر کاکوری ص: ۹۳ — ۱۸۹، سفرنامۂ مولوی مسیح الدین خاں ص: ۲۸۲

۔۔۔